اور "ہوائے متبع" کے سوا اب کچھ نہیں رہا، تجربے کی ضرورت ہے نہ کہ اپنی جگہ سمجھ بیٹھنے کی۔ اگر کوئی شخص حق کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور تبلیغ کا جو حق ہے وہ ادا کر دے، اور پھر تجربے سے ثابت ہو کہ کوئی بھی اپنی ہوائے نفس کی پیروی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے اور سب کے سب باطل پرستی پر مصر ہیں، تب اس حدیث کے منشا کے مطابق آدمی کے لیے یہ درست ہو سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑے اور صرف اپنی نجات سے غرض رکھے۔ لیکن عملاً کوشش کیے بغیر پہلے ہی سے یہ سمجھ لینا کہ دعوت اور تبلیغ اور تذکیر سے کچھ حاصل نہیں ہے، محض ادائے فرض سے جی چرانے کا ایک بہانہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی ذمہ داری ڈالنا بڑی جسارت اور سخت زیادتی ہے۔ آج اگر ہم اس حدیث کو حجت بنا کر اپنا وہ فرض ادا کرنے کی کوشش نہ کریں جو مومن ہونے کی حیثیت سے ہم پر عائد ہوتا ہے تو دنیا میں ہم اپنے نفس کو مطمئن کر سکتے ہیں، لیکن قیامت کے روز اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کی بازپرس کے جواب میں یہ حدیث معذرت کے طور پر پیش کی اور نبی صلعم نے اُسی وقت ہمارے منہ پر اس کی تردید کر دی کہ میرا یہ مدعا نہ تھا اور ان لوگوں نے میری حدیث سے غلط معنی نکال کر محض حیلہ بازی کی تھی، تو بتائیے کہ ہمارے پاس جوابدہی کے لیے کیا باقی رہ جائے گا؟

دراصل اس حدیث کا یہ منشا ہے ہی نہیں کہ بحیثیت مجموعی کسی پوری آبادی کے متعلق یہ قیاس کر لیا جائے کہ اس میں شح مطاع اور ہوائے متبع کے سوا کچھ نہیں ہے لہٰذا نصیحت اور تذکیر سے کچھ حاصل نہیں، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی گروہ ایسا ہو جس کے سامنے دعوت حق کو ٹھیک ٹھیک طریقے سے پیش کیا جائے اور پھر اس کے رویے سے یہ معلوم ہو کہ وہ اپنی شح اور اپنی ہوائے نفس کا بندہ بنا ہوا ہے تب اس کے اوپر تذکیر میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں جگہ جگہ آئی ہے کہ "اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ" اور "فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى"۔

**سوال:** ایک صاحب جو علم دین سے بخوبی واقف ہیں، خطبۂ جمعہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر کہ "میرے بعد ۳۰ سال خلافت رہے گی، بعد میں شاہی دور شروع ہوگا اور آخر میں امام مہدی صاحب جن کا حسب نسب یہ ہوگا تشریف لائیں گے اور خلافت قائم کریں گے،" یوں